

عبد حاضر میں

مسلمان عورت کو درپیش مسائل اور ان کا حل

سید جلال الدین عمری۔

مغرب نے جو مسائل پیدا کیے ہیں ان میں بنیادی مسئلہ اس کے فلسفہ حیات کا ہے۔ اس کا حملہ اتنا زبردست اور اس کا دباؤ اتنا شدید ہے کہ مسلمان عورت کو استقلال اور استقامت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ وہ قدم قدم پر محسوس کرتی ہے کہ یہ پورا فلسفہ اس کی راہ میں مزاحم ہی نہیں بلکہ اسے ایک دوسری ہی سمت میں لے جانا چاہتا ہے۔ اس میں خدا پر ایمان و یقین، اس کی عبادت و اطاعت، رسول کی، رسالت، اس کی ہدایت اور رہنمائی اور آخرت کی بازپرس کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ وہ دین کی ان بنیادی حقیقوں کا انکار کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے اور ان سے آزاد ہو کر زندگی کی تغیر چاہتا ہے۔ یہ ایک زبردست ذہنی کش کمکش ہے جس سے مسلمان عورت دوچار ہے (یہ کش کمکش مسلمان مرد کے لیے بھی نہیں۔ یہاں زیر بحث مسلمان عورت کے مسائل ہیں، اس لیے صرف اسی کا ذکر ہے)۔

دین دار عورت کے مسائل اور مشکلات

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مسلمان عورت گمراور خاندان کو اپنا اصل مرکز توجہ اور حقیقی دائرہ کار بھیتی ہے۔ مغربی تہذیب اسے اس مرکز سے ہٹانے کی بھرپور کوشش میں لگی ہوئی ہے۔ وہ گھر میں گھس کر اس کے سکون پر حملہ آور ہو رہی ہے اور اسے بے یقینی اور اضطراب میں جلا کرنا چاہتی ہے۔ مغرب جن پلوؤں سے اسلام پر اپنی یوادش جاری رکھے ہوئے ہے ان میں اس کے نظام خاندان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

وہ مختلف عنوانات سے یہ بات ذہن نشین کرنا چاہتا ہے کہ اسلامی خاندان عورت کے لیے ایک قید خانہ سے کم نہیں ہے، اس کی بنیاد مرد کے اقتدار پر ہے۔ اس میں عورت کی حیثیت ایک ملکوم سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کے حقوق غیر محفوظ اور اس کی ذمہ داریاں بے شمار ہیں۔ پردے کے نام سے اس کی آزادانہ تک و دوپر پابندی خاند کروی جاتی ہے۔ وہ کھل کر کسی معاملے میں کسی کے سامنے نہیں آ سکتی۔ وہ پیدائش سے لے کر شادی تک مل باپ کی دست مگر اور شادی کے بعد شوہر کی باندی ہے۔ مرد اپنی جنسی خواہش کی تجھیل کے لیے چار بیویاں رکھ سکتا ہے اور طلاق کے دلقطب بول کر ان میں سے جسے چاہے گر سے نکال سکتا ہے۔ اس کی معاش کا کوئی لفڑ نہیں ہے اور وہ مرد کے ہاتھ میں مجبور و محبوس ہے۔

اسلام کی تعلیم کی یہ بہت ہی غلط تعبیر ہے۔ دنیا کی کسی بھی صحیح اور معقول بات کو نامعقول اور بھیانک بنانے کر پیش کیا جا سکتا ہے، یہ اسی طرح کی کوشش ہے۔ اس کوشش کو ناکام بنتا اور اسلام کی صحیح تصور پیش کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

خاندانی نظام پر اس فکری یا لگاتار حملوں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان عورت اس نظام ہی سے منظر ہو جائے، اسے ایک خلیلمنہ نظام سمجھے اور اس کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو جائے۔ وہ آگے پڑھ کر مل باپ سے، شوہر سے اور پورے خاندان سے بغاوت کر دے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عورت کی بغاوت کے بعد خاندان اپنی جگہ قائم نہیں رہ سکتا اور اسے بحکمت و ریخت سے کوئی طاقت بچا نہیں سکتی۔ خاندان، معاشرے کا بنیادی ادارہ ہے۔ اسلام آج بھی یہاں بڑی حد تک زندہ اور محفوظ ہے۔ اگر یہ ادارہ ختم ہو جائے تو اجتماعی زندگی کے دوسرا اداروں سے وہ آسانی سے ختم ہو جائے گا۔ مغربی تمدن بھی چاہتی ہے۔

مغرب میں عورت اور مرد کی مساوات کا ایک خاص تصور پایا جاتا ہے۔ یہ ایک غیر فطری تصور ہے۔ اسی وجہ سے خود مغرب میں اسے پوری طرح اپنایا نہیں جاسکا ہے۔ عورت اور مرد کی صلاحیتوں کا فرق اس میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ لیکن اس تصور کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ یہ ہر تنقید سے بالاتر ہے۔ چنانچہ اس کے خلاف زبان کھولنے کی ہمت بھی مشکل ہی سے کی جاتی ہے۔

مساوات کے اس تصور کے تحت مسلمان عورت کو یہ پاور کرنے کی مسلسل کوشش ہو رہی ہے کہ خاندان ہی میں نہیں، اس سے ہٹ کر زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی اسلام اسے مرد کے مساوی درجہ دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اسے وہ حقوق حاصل نہیں ہیں جو بہ حیثیت ایک انسان کسی مہذب معاشرے میں ملنے چاہیے۔ اسے مرد سے کم تر سمجھا جاتا ہے، اس کی شادوت آدمی شادوت ہے، اس کی دہت نصف دہت ہے، وراثت میں اس کا حصہ آدھا ہے۔ طازمت، تجارت اور صنعت و حرفت میں اس کا کوئی عمل

دخل نہیں ہے۔ حکمرانی کے منصب پر وہ کبھی فائز نہیں ہو سکتی۔ مسلمان عورت کی مظلومیت کی یہ داستان دور جدید کے طاقت و رذراع ابلاغ سے اس زور شور سے سنائی جا رہی ہے کہ دل و دماغ کا اس سے متاثر و مرعوب ہونا تعجب خیز نہیں ہے، جب کہ اسلام کا موقف اتنی ہی قوت کے ساتھ سامنے نہیں آ رہا ہے اور ماحول بھی اس کے مقابل ہے۔

مسلمان عورت عملی کش کمش میں بھی بیٹلا ہے۔ ایک طرف اس کے خیالات زمانے کے خیالات سے متصادم، اس کے سوچنے کا انداز معاصر فکر سے مختلف، اس کے ذوق اور دلچسپی کا دائرہ آج کی دنیا سے تفریغ سے جدا اور دوسری طرف اس کا صوم و صلوٰۃ اور عبادات کا پابند ہونا، اخلاقی اقدار پر اس کا اصرار، موجودہ عیاں کلچر اور آرٹ سے اس کی دوری، شرم و حیا کو اس کا زینت سمجھنا، اس کا لباس اور اس کا جواب، یہ سب چیزیں آج کے ماحول میں اسے بالکل اجنبی بنا کر رکھ دیتی ہیں۔ وہ یوں محسوس کرتی ہے جیسے اس کا دم گھٹ رہا ہو اور دین و اخلاق کی صاف ستمحی فضایں وہ سائنس لینا چاہے تو بھی نہ لے پا رہی ہو۔ اگر اتفاق سے، اور اب یہ محض اتفاق ہی نہیں رہا بلکہ ایک عمومی واقعہ بن گیا ہے، مان، باپ، شوہر یا خاندان کے دوسرے افراد غیر اسلامی ذہن و مزاج کے ہوں تو مسلمان عورت کی کش کمش اپنے گھر ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ یہ کش کمش بڑی سخت ہوتی ہے۔ اپنے قربی ماحول کے ناساز گار ہونے کی وجہ سے اسے بے شمار دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

موجودہ حالات میں ایک مسلمان خاتون جن مسائل سے دوچار ہے ان میں ایک اہم مسئلہ بچوں کی تعلیم و تربیت کا ہے۔ آج علم، محض چند طبعی یا فکری معلومات میں اضافے کا نام ہے۔ ہمارے تعلیمی ادارے طالب علم کو ادبی، سماجی اور سائنسی معلومات تو فراہم کرتے ہیں لیکن ان معلومات کو صحیح رخ نہیں دے پاتے۔ اس لیے طالب علم کی ذہنی و فکری تربیت نہیں ہوتی اور معلومات کا یہ بوجھ کبھی کبھی دین سے انحراف کا سبب بن جاتا ہے۔ تعلیمی اداروں سے باہر کی دنیا اخلاقی بگاڑی میں اضافہ کرتی ہے۔ بسا اوقات گھر کا ماحول بھی اصلاح و تربیت میں معاون نہیں ہوتا۔ ان حالات میں اسلامی ذہن و فکر رکھنے والی خاتون جب دیکھتی ہے کہ نئی نسل جس میں اس کی اولاد بھی شامل ہے غیر اسلامی افکار کے سیلاں میں بھی چلی جا رہی ہے اور اسے وہ روک نہیں پا رہی ہے تو اسے دنیا تاریک نظر آنے لگتی ہے۔ اس کی اس پریشانی اور فکرمندی کا قصور کرنا دشوار نہیں ہے۔

یہ تو بعض مسائل اور دشواریاں ہیں۔ مختلف ماحول میں اس طرح کی دشواریوں کا پیش آنا تعجب خیز نہیں ہے، ان کا پیش نہ آنا تعجب کا باعث ہو سکتا ہے۔ ان سے ہراساں ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ مسلمان خاتون اپنے دین و ایمان، خدا سے تعلق اور استعانت اور حکمت و تدبیر سے ان پر قابو پا سکتی ہے۔

اگر وہ اس فیصلے اور عزم و یقین کے ساتھ کھڑی ہو کہ حق پر قائم رہے گی اور غیر اسلامی ماحول کو بدلنے کی راہ میں جو مشکلات پیش آئیں گی انھیں خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرے گی تو اللہ تعالیٰ کی نصرت اسے حاصل ہو گی، رکاوٹیں دور ہوں گی، غلبت شب چھٹے گی اور کامیابی کی سحر طلوع ہو گی۔

مسلم معاشرے میں عورت کی حیثیت

موجودہ مسلم معاشرے میں (خاص طور پر بزرگیم کے پس منظر میں) عورت کی حالت بڑی احترہی ہے۔ وہ ان حقوق سے بڑی حد تک محروم تھی اور ہے جو اسلام نے اسے عطا کیے ہیں۔ دور جالیت کی طرح لڑکی کو ایک بوجہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کی پیدائش پر خوشی نہیں محسوس کی جاتی بلکہ مل باپ اور گھر کے لوگوں پر ایک طرح کی افسروگی چھا جاتی ہے۔ پیدائش کے بعد اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی طرف وہ توجہ نہیں کی جاتی جو لوگوں کے سلسلے میں کی جاتی ہے۔ اس کی تعلیم صحیح معنی میں نہ قدیم ہوتی ہے اور نہ جدید۔ اس کی معلومات کی دنیا خاندان کے طور طریقوں اور رسوم و رواج تک محدود ہوتی ہے۔ اس کی واقفیت نہ تو قرآن و حدیث کی تعلیمات سے ہوتی ہے اور نہ جدید علوم سے۔ زندگی کے کسی شے میں اسے وہ بصیرت حاصل نہیں ہوتی کہ دینی اور دینی نقطہ نظر سے صحیح اور غلط کاموں کا فیصلہ کر سکے۔ قوی اور بین الاقوامی معاملات سے وہ بے خبر ہوتی ہے۔ دنیا میں کیا تبدیلیاں آ رہی ہیں؟ کیوں آ رہی ہیں؟ اور ان کے پیچھے کیا اسباب و عوامل ہیں؟ ان کا اسے کوئی علم نہیں ہوتا۔ ان سب ہاتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کے بھلے بھرے سے کٹ کر رہ گئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس صورت حال میں کہیں کہیں تبدیلی ضرور آئی ہے اور ہماری خواتین نے علم کے میدان میں نمایاں ترقی کی ہے لیکن ایک طویل عرصے سے وہ تعلیم میں اس قدر پیچھے رہی ہیں کہ اس کی تلافی کے لیے ایک بھی مدت درکار ہو گی۔

اب تعلیم سے ہٹ کر بعض دوسرے معاملات پر غور فرمائیے۔ شادی کے وقت مرکی بڑی مقدار طے ہوتی ہے لیکن اس کے ادا کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ شادی کے بعد اس کی ذمہ داریاں تو بیان ہوتی رہتی ہیں، ان میں وہ ذمہ داریاں نبھی شامل ہیں جن کا از روئے شرع کوئی جواز نہیں ہے لیکن اس کے حقوق کا ذکر شاذ ہی ہوتا ہے۔ شریعت کا فحشا یہ ہے کہ عورت پر خانگی امور اور اس کے نعم و نفق کا بوجہ جس میں کھانا پکانا صفائی سترائی وغیرہ شامل ہے، اس کی طاقت سے زیادہ نہ ڈالا جائے۔ اگر یہ بوجہ زیادہ ہو تو مرد اس میں تعاون کرے۔ لیکن یہاں صورت حال یہ ہے کہ اس بوجہ کے ساتھ خاوند کی خدمت بھی اسے کرنی پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ خاوند کے بھائیوں، بہنوں اور دور و نزدیک کے رشتہ داروں کی خدمت بھی اس پر لازم سمجھی جاتی ہے۔ اس میں ذرا سی کوتاہی برداشت نہیں کی جاتی اور اس پر طرح کی زیادتیاں ہونے لگتی ہیں۔ اس کی عمر کا بہترن حصہ ساس بھوکے جھکڑوں اور سرال کے ملٹ سلوک کی نذر ہو جاتا

ہے۔ ماحول کی سختی کی وجہ سے اس کی قوت و توانگی ضائع ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ خاندان اور سماج کے لیے مفید خدمت انجام نہیں دے پاتی۔ منقولہ اور غیر منقولہ جایداد میں اسے وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ بیوہ یا مطلقة ہو جانے پر اس کا دوبارہ نکاح پاپنڈیدہ سمجھا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس کی پوری عمر بے شوہر کے گزر جاتی ہے۔

ان حالات میں مسلمان عورت کے اندر ایک طرح کی مایوسی کا پایا جانا فطری ہے۔ وہ یہ سمجھتی ہے کہ اسے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ کمزوری اور مجبوری کی وجہ سے اس کا استھان ہو رہا ہے۔ اس کے دینی اور سماجی فرانپس اور ذمہ داریوں کا تو ہر طرف چڑھا ہے اور ان کے پورے کیے جانے کا مطلبہ بھی شدت سے ہوتا رہتا ہے لیکن اس کے حقوق ادا کرنے کی نظر نہیں ہوتی۔ یہ احساس عملاً اسے آہستہ اسلام سے دور کر رہا ہے۔ اس کے اندر اسلام سے نظریاتی یا نظری بغاوت تو بالعموم نہیں ہے لیکن اسلام سے جس قسم کا تعلق اور وابستگی ہونی چاہیے وہ کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ اسے اسلامی معاشرے میں وہ کشش نظر نہیں آتی جو اس سے جڑے رہنے اور اسے مخلک ہنانے کے لیے ضروری ہے۔

تحریکات اسلامی کی اصلاحی کوششیں

اسلامی تحریکوں نے اس صورت حال کو بدلتے کی مختلف پہلوؤں سے جو کوشش کی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا بڑی زیادتی ہے۔ اس کے نتیجے میں جمل تک ان تحریکوں کے اثرات ہیں، ایک طرف تو مسلمان عورت کو اس کے اسلامی حقوق مل رہے ہیں اور دوسری طرف خود مسلمان خواتین کے ایک طبقے میں دین کا صحیح شعور پیدا ہو رہا ہے۔ ان میں سے بعض اسلامی جذبات سے سرشار ہیں اور حالات کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کے اثرات بہت محدود ہیں۔ معاشرے میں اس سے کوئی بڑی محسوس تبدیلی واقع نہیں ہوتی ہے۔ آج بھی مسلمان عورت اسلام کی واضح تعلیمات سے مقصداً اور مخالف ماحول میں زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔

ضورت اس بات کی ہے کہ پورے معاشرے کی فنا بدلے، عورت دین اور دنیا کے علم سے آرائتے ہو، اپنے حقوق اور فرانپس کو پہچانے، اسلامی تعلیمات کی پابند ہو، اس کے جو حقوق محروم ہو رہے ہوں، انھیں اسلام کی بیان کردہ حدود کے اندر حاصل کرنے کی جدوجہد کرے اور اپنے فرانپس سے غفلت نہ برتے بلکہ خوش اسلوبی کے ساتھ انھیں ادا کرنے کی کوشش کرے۔ دوسری طرف مرد کو اپنے رویے پر نظر ٹانی کرنی ہو گی۔ وہ خوش دلی سے عورت کے حقوق ادا کرے، جس پہلو سے بھی اس پر زیادتی ہو رہی ہو، اسے دور کرنے میں کوتاہی نہ کرے اور اسے بہتر، ہاؤقار اور پر سکون ماحول فراہم کرے۔

معاشرے کی اصلاح اور اس کے اندر اسلامی فنا پیدا کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ اسے بڑی حکمت اور

دانلی کے ساتھ انجام دینا ہو گا۔ عورت کے اندر بخاوت کا اور مرد کے اندر اسے دیانے اور کھلنے کا جذبہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے ورنہ خاندان کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ دونوں طرف قانونی جنگ کی جگہ محبت اور الفت کی وہ فضا ہونی چاہیے جس کی اسلام تعلیم دیتا ہے۔ اس سے ایک اسلامی معاشرے کی تغیر ممکن ہو گی۔

جب اسلام غالب ہو گا

اسلام اور غیر اسلام کی کش کش کا یہ دور ختم ہونے کے بعد مسلمان عورت، یقین ہے کہ ایک نئی زندگی اور نئی توہانی کے ساتھ میدان عمل میں آئے گی۔ اس کے چند نمایاں پہلو یہ ہوں گے:

غیر اسلامی افکار و نظریات اس کے لیے اپنی کش کھو دیں گے۔ ان کے جھوٹے پروپیگنڈے اور کھوکھے نعروں کی تاثیر ختم ہو جائے گی۔ مسلمان عورت اسلامی فکر کی علم بردار، اسلامی سیرت کی حالت اور اسلامی حدود و آداب کی پابند ہو گی۔ اس کی پوری زندگی اسلامی قلب میں ڈھل جائے گی۔

وہ علم کی دولت سے آرستہ، دنیاوی مسائل سے واقف اور دینی بصیرت کی حامل ہو گی، اس وجہ سے اسے کسی اضطراب میں جلا کرنا اور دین سے تنفس کرنا آسان نہ ہو گا۔

اسلام نے اسے جو حقوق دیے ہیں، چاہے ان کا تعلق عالمی زندگی سے ہو یا سیاسی، سماجی اور معاشی زندگی سے، وہ ان سب سے بہرہ ور ہو گی اور اس احساس سے دوچار نہ ہو گی کہ اسلامی معاشرے میں بھی اسے ان سب کے لیے جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ اسے وہ ان کا محافظ پائے گی، موجودہ دور کے پُرفیب تصور مساوات کی جگہ حقیقی مساوات سے روشناس ہو گی۔

مسلمان عورت کو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا بھی احساس ہو گا۔ وہ خانگی ذمہ داریوں کو تغیر نہیں سمجھے گی بلکہ معاشرے کی تغیر میں خاندان کی جو اہمیت ہے اسے وہ اہمیت دے گی۔ اسے اسلام کا مضبوط قلعہ بنانے میں شوہر کی معاون ہو گی اور آئنے والی نسل کو اسلامی سیرت و کردار میں ڈھالنے کی کوشش کرے گی۔

مسلمان عورت کا ملکی و ملی مسائل سے مضبوط تعلق ہو گا۔ وہ ملک و ملت کی فلاح و بہبود کے لیے فکرمند ہو گی اور اس کے لیے مناسب تدبیر اختیار کرے گی۔ اجتماعی زندگی میں موثر کردار ادا کرے گی، رائے، مشورہ اور نقد و احتساب میں شریک ہو گی اور جمل کوئی خامی و سیکھے گی اس کی اصلاح کی کوشش کرے گی۔

بعض توجہ طلب ہیلو

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی تحریکوں میں مسلمان خواتین کا جو حصہ ہونا چاہیے وہ نہیں ہے۔ حالانکہ

امر بالمعروف ونبی عن المنکر کی ذمہ داری مرد اور عورت دونوں پر ڈالی گئی ہے۔ یہ اسلام کا دعویٰ تی مقصد بھی ہے اور سیاسی بھی۔ اسلام جس معاشرے کی تغیر چاہتا ہے اس کا اس وقت تک تصور نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ دونوں معروف کو قائم کرنے اور منکر کو مٹانے میں نہ لگ جائیں۔ قرآن مجید اس پاک مقصد کے لیے دونوں کے باہم تعاون کو ضروری قرار دیتا ہے۔ یہی حقیقت سورہ توبہ کی اس آیت میں بیان ہوتی ہے:

ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہیں۔ وہ معروف کا حکم دیتے اور منکر سے منع کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا۔ بے شک اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔ (۱:۹)

دور اول کی تاریخ ہمارے سامنے ہے، اللہ کے دین کو قبول کرنے، اس کے لیے تکلیفیں برداشت کرنے اور ہجرت و جہاد اور اسلامی ریاست کے قیام کے مختلف مراحل میں عورت مددوں کے دوش بدوش رہی۔ یہی کردار آج مسلمان عورت کو ادا کرنا چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ کار دعوت کی اہمیت اس کے ذہن نشین کرائی جائے، اس راہ میں قربانی کا جذبہ اس کے اندر پیدا کیا جائے۔ اسے بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمان برداری کا ایک بنیادی تقاضا اموں بالمعروف ونبی عن المنکر بھی ہے۔ اس کی تکمیل مرد اور عورت کے باہم تعاون ہی سے ہو سکتی ہے۔ معروف کے ملنے اور منکر کے پھیلنے پر جو بے چینی ایک دین دار مرد میں ہونی چاہیے وہی ایک دین دار عورت میں ہونی چاہیے۔ اس کے ساتھ شرعی حدود کے اندر اسے ان تمام کاموں میں عمل اشکیک کیا جائے جو اس فریضہ کی انجام دہی کے لیے ضروری ہیں۔

SUNDIP

SQUASHES

**زندگی کامزا
ہے نیا اور جگدا**

Naurus (Pvt) Ltd. Fax: 021-2571359

Mango
Orange
Lemon
Mixed Fruit
and
Lemon Barley